مدیر کے نام

ظہور احمد خان، سالوڈھیر، مردان

عالمی ترجمان القرآن (مئی ۲۰۱۷ء) میں ایک مختصر مضمون: 'یہ بیانیہ سازی کا کھیل' بہت اہم سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کامیاب کوشش ہے۔ خیرخواہی کے جذبے سے لکھی گئی یہ تحریر متلاشیانِ حق کے لیے یقیناً باعث ہدایت واطمینان ہوگی۔ لیکن جو لوگ اَنا پرستی کے غلام ہیں، وہ شاید اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھاسکیں۔

آخری پیراگراف کا یہ جملہ ''ایسی وعدہ معاف دانش کی عمر مچھر کی زندگی سے زیادہ حقیر ہے''، پڑھ کر ایک واقعہ یاد آیا۔ اس 'بیانیہ ساز' گروہ کے ایک رکن نے چند سال پہلے کالم میں پاکستانی مسلم معاشرے کے دینی اور علمی ذوق کا ماتم کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ: مجھے تلاش کے باوجود پاکستان بھر کے کتب خانوں، علمی اور تعلیمی اداروں میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی کوئی کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، سابق صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کے مذہبی بیانیہ ساز تھے اور جو اسلام کا ایسا ایڈیشن پیش کر رہے تھے جو سیکولر اقلیت کو قابلِ قبول ہو۔ اسی ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے ایوب خان نے پاکستان کے نام سے 'اسلامی جمہوریہ' کا لفظ ہٹانے اور ایک سیکولر آئین نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کی، مگر بالآخر منہ کی کھائی۔ یاد رہے، اَنا پرستی کے جذبے کے تحت تخلیق کیا گیا 'اسلام' کبھی قبول نہیں کیا گیا۔ مسلم اجتماعی ضمیر ایسے خیالات اور فلسفوں کو تھوڑے ہی عرصے کے اندر ردی کی ٹوکری کا رزق بنادیتے ہیں۔

ترجمان میں مضمون نگار نے لکھا ہے کہ: ''بیانیہ ساز، سیّد قطب شہید کے عہد کے جبر کو نہیں جان سکتے اور نہتے کارکنوں کی قتل و غارت گری کا ادراک نہیں کرسکتے، نیز ناصر اور جنرل سیسی کی جیلوں میں سسکتی انسانیت اور صلیبوں پر لٹکتے لاشے اور جیل میں کتوں کے جبڑوں میں بھنبھوڑی جاتی عفت مآب خواتین کی آواز ان کے کانوں سے نہیں ٹکراتی''۔ میں اختلاف کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ یہ لوگ سیّد قطب شہیدؒ کے عہد کے جبر سے ہرگز لاعلم نہیں ہیں۔ ناصر اور سیسی کی جیلوں میں سسکتی انسانیت سے بھی یہ خوب اچھی طرح واقف ہیں، جیلوں میں عفت مآب خواتین کی چیخیں بھی ہر روز ان کے کانوں سے ٹکراتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ لوگ اس ظلم و جور کے طرف دار اور پشتی بان ہیں۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ دنیا بھر میں سامراجی قوتوں اور حریت اور آزادی پسند مظلوموں کے درمیان برپا کش مکش میں یہ لوگ کس کے ساتھ ہیں؟ فلسطین میں قبلہ اول کی آزادی کے لیے بروے کار شیخ احمد یاسین شہید کے وارثوں کے ساتھ ہیں، یا اسرائیل اور امریکا کے مقرر کردہ محمود عباس کے ساتھ؟ یہ لوگ مصر میں حسن البنا شہید، ڈاکٹر عبدالقادر عودہ شہید، سیّد قطب شہید، زینب الغزالی، جیل میں قید اخوان المسلمون کے موجودہ مرشد عام، اور منتخب جمہوری صدر ڈاکٹر محمد مرسی کے ساتھ ہیں، یا اپنے آپ کو فرعون کا وارث اور عرب قوم پرستی کی جاہلیت کا علَم بردار قرار دینے والے سابق صدر ناصر، حسنی مبارک اور موجودہ آمر اور غاصب فرعون جنرل سیسی کے ساتھ ہیں؟ یہ لوگ، افغانستان کے مظلوم عوام اور ان کی غیرت مند قیادت کے ساتھ ہیں، یا وہاں پر ناٹو افواج کے متعین کمانڈروں کے ساتھ؟ کشمیر میں اپنی ملّی اور قومی آزادی کے لیے سر ہتھیلی پر رکھے بزرگ حُریت پسند لیڈر سید علی گیلانی اور آسیہ اندرابی کے ساتھ ہیں، یا سات لاکھ قابض بھارتی افواج اور اُس کی مقرر کردہ نام نہاد 'سیکولر' انتظامیہ کے ساتھ؟ بنگلہ دیش میں بھارت کی طفیلی قاتلہ حسینہ واجد کے ساتھ ہیں، یا ۸۰، ۹۰ سال کے پھانسی پانے والے مطیع الرحمٰن، نظامی شہید، علی احسن مجاہد شہید، محمد قمر الزماں شہید، عبدالقادر مُلّا شہید، میر قاسم علی شہید، صلاح الدین قادر چودھری شہید کے ساتھ، جنھوں نے ۱۹۷۱ء میں ڈھاکہ پر قابض بھارتی افواج کو خوش آمدید کہنے سے انکار کیا تھا؟ مجھے یقین ہے کہ یہ بیانیہ ساز اپنا وزن سامراجی قوتوں اور سفاکوں کے پلڑے میں ڈالیں گے، اور یہی کام یہ گذشتہ ۳۰ برسوں سے ایک تسلسل کے ساتھ کر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ 'بیانیہ ساز' ظلم پر آنکھیں بند رکھنے اور سامراجی ظالموں کے لیے جواز تلاش کرنے میں آخر کس ضمیر کے ساتھ سرگرم رہتے ہیں؟

یہ 'بیانیہ ساز' اہلِ پاکستان کی کیا رہنمائی کریں گے، وہ تو بھارت کے ایک خان صاحب کے ہم نوا بن کر جہاد کے فلسفے کی نفی کے پرچارک ہیں۔ یہ سیکولر این جی اوز زدہ گروہ، اسلام کے چودہ سو سالہ علمی اور فقہی تاریخ میں طے شدہ اور متفق علیہ اُمور میں کیڑے ڈالنے اور نادر حیلے بہانے گھڑنے میں ہر آن مصروف ہے۔ علّامہ حمید الدین فراہیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے ساتھ ان بیانیہ سازوں کا کوئی تال میل اور کسی طور پر نسبت نہیں ہے۔ ان بزرگانِ دین نے تو اپنی زندگی میں علمِ دین، اقامت دین، دعوت و تبلیغ، تزکیہ و اصلاح نفس کے لیے بھرپور کوششیں کی ہیں، اور حق کی گواہی دی ہے۔

میں ان 'بیانیہ ساز' حضرات سے اپیل کروں گا کہ آخرت میں جواب دہی کی فکر کریں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں کہ وہ خود کون سی دلدل میں دھنسے چلے جا رہے ہیں۔